اقبال کا پیغام

پروفیسر یوسف سلیم چشتی

(۱) یہ سچ ہے کہ اقبال شاعر بھی ہیں اور بہت بڑے شاعر ہیں۔ ان کا شمار دنیا کے عظیم شعراء میں ہوتا ہے' لیکن جیسا کہ خود انہوں نے بار بار کہا ہے' بنیادی طور پر وہ ایک ریفارمر یا پیغام گو شاعر ہیں۔ انہوں نے شاعری کو مقصود بالذات نہیں بنایا' بلکہ مقصود بالعرض اسے اپنے پیغام کی اشاعت کا ذریعہ بنایا۔

(۲) دوسری بات ذہن نشین کرنے کے لائق یہ ہے کہ ان کا پیغام سراسر قرآن سے ماخوذ ہے۔ انہوں نے ساری عمر قرآن ہی کی تبلیغ کی۔

اب ان دونوں دعووں کا ثبوت پیش کرتا ہوں:

آشنائے من زِمن بیگانہ رفت   از خُمستانم تہی پیمانہ رفت
من شکوہِ خسروی اُو را دہم   تختِ کسریٰ زیر پائے اُو نہم
اُو حدیثِ دلبری خواہد زِ من   رنگ و آبِ شاعری خواہد زِ من
(پیامِ مشرق: پیشکش)

(میرا دوست مجھ سے ناواقف ہی رہا اور میرے میخانے سے خالی جام چلا گیا۔ میں تو اسے شاہانہ شان و شوکت دیتا ہوں اور کسریٰ کا تخت اُس کے قدموں کے نیچے رکھتا ہوں' مگر وہ مجھ سے حسن و جمال کے قصے طلب کرتا ہے اور شاعرانہ اندازِ کلام کا خواہاں ہے۔)

نہ بینی خیر ازاں مردِ فرو دست   کہ بر من تہمتِ شعر و سخن بست
بجبریلِ امیں ہم داستانم   رقیب و قاصد و درباں ندانم
دمے در خویشتن خلوت گزیدم   جہانے لازوالے آفریدم
(گلشن راز: تمہید)

(تو اس گھٹیا آدمی میں کوئی بھلائی نہیں دیکھے گا جو مجھ پر شعر وسخن کا الزام لگاتا ہے۔ میں تو جبریل امین کا ہم داستان ہوں۔ میں کسی رقیب' قاصد اور دربان سے واقف نہیں ہوں۔ میں نے اپنے من کے اندر خلوت تلاش کر لی ہے اور لازوال جہان پیدا کیا ہے۔)

دوسرے دعوے کا ثبوت:

گوہرِ دریائے قرآں سفتہ ام شرحِ رمزِ ''صبغۃ اللہ'' گفتہ ام
دارم اندر سینہ نورِ لا الٰہ در شرابِ من سرورِ لا الٰہ
پس بگیر از بادۂ من یک دو جام تا درخشی مثلِ تیغِ بے نیام!

(مسافر: خطاب بہ پادشاہِ اسلام)

(میں نے قرآن کے دریا میں سے موتی چنے ہیں اور صبغۃ اللہ کے اسرار و رموز کی شرح بیان کر دی ہے۔ میں اپنے سینہ میں لا الٰہ کا نور رکھتا ہوں اور میری شراب میں لا الٰہ کا سرور ہے۔ پس تو میرے بادہ سے ایک دو جام لے لے تا کہ تو ننگی تلوار کی طرح چمکے۔)

اقبال کو قوم سے ہمیشہ یہی شکایت رہی کہ قوم نے مجھے شاعر سمجھا اس لیے میرے پیغام کی طرف توجہ نہیں کی۔ افسوس کہ ابھی تک نہیں کی۔

بآں رازے کہ گفتم 'پے نبردند ز شاخِ نخلِ من خرما نخوردند
من اے میرِ اُمم داد از تو خواہم مرا یاراں غزلخوانے شمردند

(ارمغانِ حجاز: رسالت)

(جو راز میں نے کھولا اُس پر غور نہیں کرتے اور میری کھجور کی شاخ سے کھجوریں نہیں کھاتے۔ اے امتوں کے سردار! میں آپ سے فریاد کرتا ہوں کہ دوست مجھے غزل خواں سمجھتے ہیں۔)

میں زندگی کا پیغام دے رہا ہوں لیکن مسلمان مجھ سے لوگوں کی تاریخِ وفات کا مطالبہ کر رہے ہیں!

تو گفتی از حیاتِ جاوداں گوے بگوشِ مردۂ پیغامِ جاں گوے
ولے گویند ایں حق ناشناساں کہ تاریخِ وفاتِ این و آں گوے

(ارمغانِ حجاز: رسالت)

(میرا فرمان تو یہ ہے کہ حیاتِ جاوید کے بارے میں بات کروں اور مردہ کانوں میں زندگی کا پیغام دوں' مگر یہ حق کو نہ پہچاننے والے کہتے ہیں کہ فلاں فلاں کی تاریخ وفات کہو۔)

یعنی اقبال کو مرتے دم تک قوم سے یہ شکایت رہی کہ اس نے میرے کلام کو سمجھا نہ پیغام کو۔ اس پر عمل کرنا تو خارج از بحث ہے۔ یہ دونوں رباعیات وفات سے چند ماہ پہلے کی ہیں۔

در بود و نبودِ من اندیشہ گمانہا داشت ازعشق ہویدا شد' ایں نکتہ کہ ہستم من

(پیامِ مشرق: مئی باقی)

(میرے ہست و بود میں بہت سے گمان ہیں۔ عشق سے مجھے یہ نکتہ ملا کہ میں بھی ہوں۔)

اقبال فہمی کے لیے فارسی دانی اور علمی مذاق شرط ہے۔ لیکن قوم کا مذاق اب علمی نہیں بلکہ ''فلمی'' ہے اور فارسی کا مطلب ہے تضییع اوقات!

(۳) اب تیسرا نکتہ' ان کا کارنامہ کیا ہے۔

چو رومی در حرم دادم اذاں من ازو آموختم اسرارِ جاں من!
بہ دَورِ فتنۂ عصرِ کہن ' او بہ دورِ فتنۂ عصرِ رواں' من

(ارمغانِ حجاز: رسالت)

(رومی کی طرح میں نے حرم میں اذان دے دی اور میں نے اُس سے زندگی کے اسرار سیکھے۔ وہ پہلے زمانے کے فتنہ کے تدارک کے لیے تھا' اور میں دورِ حاضر کے فتنے کے مقابلے کے لیے ہوں۔)

(۴) چوتھا نکتہ: فتنۂ عصرِ رواں کیا ہے؟ (تاکہ اقبال کا مقام واضح ہو سکے!) عقلِ انسانی' معیارِ حق و باطل ہے۔ جسے عقلِ انسانی حق قرار دے وہ حق ہے ورنہ باطل ہے۔ جدید فلسفے کی مختلف صورتیں ہیں:

Positivism, Emprieism, Naturalism, Logical Positivism, Phenomenonism, Agnosticism, Scepticism, Existantialism, Marxism, Dialectical Materialism, Secularism and Humanism etc.

لیکن وہ اپنی روح کے اعتبار سے خدا' نفسِ ناطقہ اور آخرت تینوں کے خلاف ہے' یا لاادری ہے' یا بے تعلق ہے' یا ان کو لغو سمجھتا ہے۔ جدید فلسفہ اور جدید سائنس دونوں دین

کے خلاف ہیں۔

یورپ از شمشیرِ خود بسمل فتاد زیر گردوں رسمِ لا دینی نہاد

(پس چہ باید کرد)

(یورپ اپنی ہی تلوار سے کٹ کر تڑپ رہا ہے' اُس نے آسمان کے نیچے لادینی یعنی سیکولرازم کو رائج کیا۔)

(۵) اقبال کا کارنامہ یہ ہے کہ انہوں نے اس زہر کا وہی تریاق مہیا کیا ہے جو رومی نے اپنے زمانے میں کیا تھا۔

(۶) وہ تریاق کیا ہے؟ عشق۔ یعنی عقل کے بجائے عشق کو اپنا رہنما بناؤ!

(۷) اس کے لیے شانِ فقر پیدا کرنی لازمی ہے' کیونکہ عشق صرف شانِ فقر پیدا کرنے سے حاصل ہو سکتا ہے۔ اسی کو اقبال علمِ قلندری یا نشۂ درویشی یا ایمانِ کامل سے تعبیر کرتے ہیں۔

(۸) پیغامِ اقبال: اپنے اندر شانِ فقر پیدا کرو' یہ فقر ہے کیا؟۔

جز بقرآں ضیغمی روباہی است فقرِ قرآں اصلِ شاہنشاہی است

فقرِ قرآں؟ اختلاطِ ذکر و فکر فکر را کامل نہ دیدم جز بہ ذکر!

(جاوید نامہ: پیغام)

(قرآن کے بغیر شیر بھی گیدڑ بن جاتا ہے اور اصل بادشاہی قرآن کے تعلیم کردہ فقر میں ہے۔ جانتے ہو کہ یہ قرآن کا فقر کیا ہے؟ یہ ذکر اور فکر دونوں کے جمع ہونے سے وجود میں آتا ہے اور حقیقت یہی ہے کہ بغیر ذکر کے فکر کامل نہیں ہو سکتا۔)

ذکر اور فکر دونوں قرآن کی اصطلاحیں ہیں۔

﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ ۞ الَّذِیۡنَ یَذۡكُرُوۡنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوۡدًا وَّ عَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ وَ یَتَفَكَّرُوۡنَ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقۡتَ هٰذَا بَاطِلًا﴾

''زمین اور آسمانوں کی پیدائش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوشمند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے' ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے ہیں اور آسمانوں اور زمین کی ساخت میں غور و فکر کرتے ہیں (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) پروردگار! یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے۔''

آپ نے دیکھا! غور کیا!! اقبال کا پیغام قرآن سے ماخوذ ہے۔ آنحضرت ﷺ نے صحابہ ؓ میں یہی شانِ فقر پیدا کر دی تھی۔ صدیق اکبر اور فاروق اعظم ؓ اس کی نمایاں اور مشہور ترین تاریخی مثالیں ہیں۔ مملکت کا رقبہ ۲۲ لاکھ مربع میل' لیکن قمیص پر پیوند لگے ہوئے ہیں اور بیوہ عورتوں کا سودا سلف بازار سے خرید کر لا رہے ہیں' بس یہی ہے شانِ فقر۔ خودی عشق سے مستحکم ہوتی ہے اور عشق سے عشقِ رسول ﷺ مراد ہے۔

کیمیا پیدا کن از مشتِ گلے بوسہ زن بر آستانِ کاملے
در دلِ مسلم مقامِ مصطفیٰ ؐ است آبروئے ما زنامِ مصطفیٰ ؐ است
در شبستانِ حرا خلوت گزید قوم و آئین و حکومت آفرید
از کلیدِ دیں درِ دنیا کشاد ہمچو اوؐ بطنِ اُم گیتی نزاد
(اسرارِ خودی: عشق)

(خاک کی مٹھی سے کیمیا پیدا کر' کسی کامل کے آستانے کو بوسہ دے۔ مصطفیٰ ﷺ کا مقام مسلمان کے دل میں ہے اور ہماری آبرو مصطفیٰ ﷺ ہی کے نام سے ہے۔ آنحضور ﷺ نے حرا کی تاریک غار میں تنہائی اختیار کی۔ آپؐ نے ایک قوم پیدا کی' ایک آئین بنایا اور حکومت قائم کی۔ آپؐ نے دین کی چابی کے ساتھ دنیا کا دروازہ کھولا۔ اس زمین نے آپ ﷺ جیسا کوئی دوسرا پیدا نہیں کیا۔)

(۹) شانِ فقر پیدا کرنے کا قرآنی پروگرام بیان کرنے سے پہلے ایک اہم نکتہ اور واضح کر دوں۔ غالباً اقبال کی وفات سے سال بھر پہلے میں نے ان سے پوچھا تھا کہ آپ کے فلسفۂ خودی کا قرآنی ماخذ کیا ہے' یعنی یہ فلسفہ کون سی آیت سے ماخوذ ہے؟ انہوں نے جواب دیا: سورۃ المائدۃ کی اس مشہور اور اہم آیت سے: ﴿يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ﴾ ''اے مسلماناں! محافظت کنید خویشتن را!'' تم پر اپنی خودی کی حفاظت فرض ہے۔ یعنی دیکھتے رہو یا نگرانی کرتے رہو کہ وہ ضعیف نہ ہو جائے:

Guard your souls ..... take care of yours.

(۱۰) اب میں شانِ فقر پیدا کرنے کا قرآنی یا اقبالی پروگرام درج کرتا ہوں:

کیفیت ہا خیزد از صہبائے عشق ہست ہم تقلید از اسمائے عشق!
عاشقی؟ محکم شو از تقلیدِ یار تا کمندِ تو شود یزداں شکار
اندکے اندر حرائے دل نشیں ترکِ خود کن' سوئے حق ہجرت گزیں

محکم از حق شو سوئے خود گام زن　لات و عزائے ہوس را سر شکن!
لشکرے پیدا کن از سلطانِ عشق　جلوہ گر شو برسرِ فارانِ عشق
تا　خدائے　کعبہ　بنوازد　ترا
شرحِ　اِنّی　جَاعِلٌ　سازد　ترا
(اسرارِ خودی: عشق)

(عشق کی شراب سے مختلف کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ تقلید بھی عشق کے ناموں میں سے ایک نام ہے۔ کیا تو عشقِ رسولؐ کا مدعی ہے؟ اگر ہے تو پھر محبوب کی تقلید کر کے محکم ہو جا' تا کہ تیری کمند یزداں کو شکار (گرفتار) کر سکے۔ تھوڑی دیر دل کی حرا میں بیٹھ۔ اپنے آپ کو خیر باد کہہ دے اور حق کی طرف کوچ کر۔ حق کو اختیار کر کے مضبوط ہو جا اور اپنی طرف چل پڑ اور حرص و ہوا کے لات اور عزیٰ کا سر توڑ دے۔ عشق کے سلطان سے لشکر بنا اور فارانِ عشق کی چوٹی پر جلوہ گر ہو جا! تا کہ خدائے کعبہ تجھ پر نوازش فرمائے اور تجھے اِنّیْ جَاعِلٌ کی شرح بنا دے۔ یعنی خلیفۃ اللہ فی الارض کے مقام پر فائز فرما دے۔)

حرفِ آخر

یہ استحکامِ خودی کا 8 Fold Program ہے۔ اسی پروگرام کا خلاصہ ''زبورِ عجم'' میں بیان کر دیا گیا ہے' جسے 4 Fold پروگرام کہہ سکتے ہیں!

با نشۂ درویشی در ساز و دما دم زن　چوں پختہ شوی خود را' بر سلطنتِ جم زن!

یعنی جب تمہاری خودی عشقِ رسولؐ کی بدولت مستحکم (پختہ) ہو جائے تو اللہ کا نام لے کر ملوکیت اور قیصریت کے خلاف اعلانِ جنگ کر دو' یا بالفاظِ من ''باطل سے ٹکرا جاؤ!'' اور اللہ نے تمہیں قرآن میں مطلع کر دیا ہے کہ:

﴿اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾

''یقیناً باطل تو ہے ہی مٹ جانے والا۔''

اور یہ بھی اطمینان دلایا ہے کہ:

﴿وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾

''اور تم ہی (دنیا میں) سربلند ہو گے اگر تم مؤمن ہو۔''

تقریر تو ختم ہوگئی' اب مرثیہ سن لیجئے۔

اللہ تعالیٰ نے سورۃ المزمل میں تزکیۂ نفس یا استحکامِ خودی کا 8 Fold Program ہمیں عطا فرمادیا ہے اور یہ پانچویں وحی ہے:

(۱) ﴿قُمِ الَّيْلَ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ (۲) ﴿وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيْلًا﴾ (۳) ﴿وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ﴾ (۴) ﴿وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيْلًا﴾ (۵) ﴿فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا﴾ (۶) ﴿وَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ﴾ (۷) ﴿وَاهْجُرْهُمْ هَجْرًا جَمِيْلًا﴾ (۸) ﴿وَذَرْنِىْ وَالْمُكَذِّبِيْنَ اُولِى النَّعْمَةِ وَمَهِّلْهُمْ قَلِيْلًا﴾

نوٹ:

بیسویں صدی میں ہندوؤں میں کئی ریفارمر پیدا ہوئے' مثلاً: (۱) آرووند وگھوش (وفات ۱۹۵۰ء)' (۲) رابندر ناتھ ٹیگور (۱۹۴۱ء)' (۳) شردھانند (۱۹۲۷ء)' (۴) گاندھی (۱۹۴۸ء)' (۵) تلک (۱۹۲۰ء)' (۶) گوکھلے (۱۹۱۵ء)' (۷) لالہ ہنس راج' (۸) پنڈت گورودت ودیارتھی' صاحب جی مہاراج+رادھا سوامی ست سنگ (آگرہ)' (۹) مہادیو گووند راناڈے (۱۰۔۱۱) جی۔کے۔بی تلک

ہندوؤں نے ان سب مصلحین کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے آشرم اور تربیت گاہیں قائم کر دیں' مثلاً کانگڑی میں گرو کل' شانتی نکیتن (بنگال)' دیال باغ (آگرہ)' برہمو سماج آشرم (لاہور)' سابرمتی آشرم احمد آباد+ودیا پِٹھ احمد آباد!!

National University, Ahmadabad. Servants of Indian Society, Poona. Bhandarkar Research Institute, Poona. Vedanta Ashrama, Pondicherry. Dayal Bagh Agra.

گورودت بھون لاہور' ہنس راج ہال لاہور' بریڈلاء ہال لاہور' لاجپت رائے ہال لاہور۔

لیکن مسلمانوں نے اقبال کی تعلیمات کو عملی جامہ پہنانے کے لیے گزشتہ بیالیس سال[1] میں ایک ادارہ بھی قائم نہیں کیا' جہاں پہلے کلام اقبال کو پڑھایا جائے' پھر اسے سمجھا اور سمجھایا جائے' پھر اس پر عمل کرنے کا طریقہ بتایا جائے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ ہم مسلمانانِ پاکستان اقبال کو صرف ایک شاعر سمجھتے ہیں۔ اس لیے:

آشنائے من زمن بیگانہ رفت   از خُمستانم تہی پیمانہ رفت

(۱) واضح رہے کہ یہ مقالہ ۱۹۸۰ء کا ہے۔

(میرا دوست مجھ سے ناواقف ہی رہا اور میرے میخانے سے خالی جام چلا گیا۔)

خطاب بہ نژادِ نو

اقبال نے جاوید نامہ میں نوجوانوں سے خصوصیت کے ساتھ خطاب کیا ہے۔ یہ دوسری بات ہے کہ نوجوانوں میں سے گزشتہ ۴۸ سال میں کسی نے بھی اسے نہیں پڑھا اور اگر کسی نے پڑھا بھی تو اس پر عمل نہیں کیا۔ میں یہاں اس طویل خطاب میں سے جو ص ۲۳۴ سے ص ۲۴۶ تک پھیلا ہوا ہے' آخری نصیحت پیش کرنا چاہتا ہوں:

رقصِ تن در گردش آرد خاک را　　رقصِ جاں برہم زند افلاک را!
علم و حکم از رقصِ جاں آید بدست　　ہم زمیں ہم آسماں آید بدست!
فرد از وے صاحبِ جذبِ کلیم!　　ملت از وے وارثِ ملکِ عظیم!
رقصِ جاں آموختن کارے بود　　غیرِ حق را سوختن کارے بود
تا ز نارِ حرص و غم سوزد جگر　　جاں بہ رقص اندر نیاید اے پسر!
اے مرا تسکینِ جانِ ناشکیب　　تو اگر از رقصِ جاں گیری نصیب
سرِّ دینِ مصطفیٰؐ گویم ترا
ہم بقبر اندر دعا گویم ترا!

(جاوید نامہ: خطاب بہ جاوید)

(جسم کا رقص مٹی کو حرکت میں لے آتا ہے۔ جان کا رقص افلاک کو تہہ و بالا کر دیتا ہے۔ جان کے رقص سے علم و حکمت ملتے ہیں' بلکہ زمین و آسمان ہاتھ آ جاتے ہیں۔ فرد اس سے صفاتِ کلیمی کا حامل ہو جاتا ہے اور قوم اس سے ملکِ عظیم کی وارث بن جاتی ہے۔ جان کا رقص سیکھنا بڑا کام ہے۔ اسی طرح غیر حق کو نابود کرنا بھی بڑا کارنامہ ہے۔ اے بیٹے! اس وقت تک جان رقص میں نہیں آتی جب تک حرص و غم کی آگ جگر کو نہ جلائے۔ میری بے چین جان کو سکون مل جائے اگر تجھے جان کے رقص کا کچھ حصہ نصیب ہو جائے۔ میں تجھے دینِ مصطفیٰ ﷺ کا راز بتا رہا ہوں اور اپنی قبر کے اندر بھی تیرے لیے دعا گو ہوں۔)

اقبال کا پیغام یہ ہے کہ جسمانی کے بجائے روحانی رقص سیکھو' یعنی اپنی روح کو رقص میں لاؤ کہ یہی سرِّ دینِ مصطفیٰ ﷺ ہے۔ لیکن مسلمانوں نے آج تک کوئی ایسی تربیت گاہ قائم نہیں کی جس میں روح کو رقص کرنا سکھایا جا سکے۔ (باقی صفحہ 61 پر)